گوہر مرزا بیشک میرا چاہنے والا موجود تھا۔ مگر اوسکی چاہت اور قسم کی تھی۔ اوسکی چاہت مین ایک بات کی کمی تھی۔ جسے میرا دل ڈھونڈھتا تھا۔ مردانہ ہمت کو اوسکی طینت مین لگاؤ نہ تھا۔ ماں کا ڈومنی پنا اوسکے خمیر مین داخل تھا۔ وہ جو کچھ پاتا تھا۔ مجھسے چھین جھپٹ کے لے لیتا تھا۔ خود ایک روپے کے سوا جسکا ذکر کر چکی ہون۔ کبھی نہین دیا۔ اب میرا دل ایسا عاشق ڈھونڈھتا تھا۔ جو میری نازبرداری کرے۔ روپیہ خرچے۔ کھلائے۔ پلائے۔ نواب سلطان صاحب (نوابصاحب کا یہی نام آدمی نے بتایا تھا) صورت شکل کے اچھے تھے۔ اُن کے چہرے پر اس قسم کا مردانہ رعب تھا۔ جسپر عورت ہزار دل سے فریفتہ ہو جاتی ہے۔ بعض لوگ غلطی سے یہ خیال کرتے ہین کہ عورت کو صرف خوشامد اور اظہار عشق پسند ہے۔ بیشک پسند ہے مگر شرط یہ ہے کہ اوسمین ذرا بھی کمینہ پن نہ ہو۔ جو لوگ رنڈیون کا کہنا مانتے ہوے آتے ہین۔ جنکے ہر کنائے سے یہ مدعا نکلتا ہے کہ ہمین چاہو۔ خدا کے لیے چاہو۔ چاہو اور ہمارے گھر پڑ جاؤ۔ جو کچھ تمھارے پاس ہے ہمین دیدو۔ اور ہمارے گھر کی ماماگیری کرو۔ روٹیان پکا پکا کے کھلاؤ۔ اور ہماری اور ہمارے بال بچون کی جوتیان سیدھی کرو۔ ہر شخص کا حسن حضرت یوسفؑ کا معجزہ نہین ہے کہ ہر ایک عورت اوسپر جان دینے لگے۔ مرد عورت سے اور عورت مرد سے محبت کرتے ہین۔ مگر اس محبت مین اکثر اغراض ذاتی کا بھی لحاظ رہتا ہے۔ بے غرض محبت جیسے لیلیٰ مجنون۔ شیرین فرہاد۔ یہ صرف قصے کہانیون مین سُنی جاتی ہے۔ لوگ کہتے ہین کہ ایک طرفہ محبت نہین ہوتی۔ ہمنے اسے بھی آنکھون سے دیکھا ہے۔ مگر اوسکو خلل دماغ سمجھنا چاہیے۔ پھر کیا ضرور ہے کہ مرد و عورت دونون دیوانے ہون۔

دوسرے دن شب کو نوابصاحب تشریف لائے۔ بوا حسینی سے معمولی گفتگو کے بعد تعین اخراجات ہوکر کمرے مین تخلیہ ہو گیا۔ معلوم ہوا کہ نوابصاحب نے ملازم نہین رکھا صرف یہ طے ہوا ہے کہ کبھی رات کو گھڑی دو گھڑی کے لیے آیا کرینگے۔ نوابصاحب بہت ہی کم سخن۔ بھولے آدمی تھے۔ سن اٹھارہ اونیس برس کا تھا۔ بسم اللہ کے گنبد مین پرورش پائی تھی۔ ماں باپ کے دباؤ مین تھے۔ دنیا کے جعل فریب سے بالکل آگاہ نہ تھے۔ اظہار عشق خدمتگار کی زبانی ہو چکا تھا۔ ورنہ نوابصاحب کو اِمین

بھی کسی قدر مشکل ہوتی۔ مگر مین نے تھوڑی دیر مین بے تکلف بنا لیا۔ بہت سی لگاوٹ کی باتین کین۔ بالکل عاشق زار بنگئی۔ اسمین کچھ سچ تھا کچھ جھوٹ۔ سچ تو اسلیئے تھا کہ نواب صاحب کی صورت ایسی نہ تھی کہ ایک عورت خواہ وہ کیسی ہی سخت دل کی ہو اونپر مائل نہ ہو جاے۔ گوری گوری رنگت۔ جیسے گلاب کا پھول سوتوان ناک۔ پتلے پتلے ہونٹ۔ خوبصورت بتیسی۔ گھونگھر والے بال۔ کتابی چہرہ۔ اونچا ماتھا۔ بڑی بڑی آنکھین۔ بھرے بھرے بازو۔ مچھلیان بڑی ہوئین۔ چوڑی کلائیان۔ بلند بالا۔ کسرتی بدن۔ خدا نے سر سے لے کے پاؤن تک تمام بدن نور کے سانچے مین ڈھالا تھا۔ اوسپر بھولی بھولی باتین۔ بات بات مین عاشقانہ شعر جنمین سے اکثر اونھین کی تصنیف تھے۔ شعر پڑھنے مین ہواؤ ٹوٹا ہوا تھا۔ خاندانی شاعر تھے۔ مشاعرون مین اپنے والد کے ساتھ غزل پڑھتے تھے۔ شاعرون کو کیا؟ عاشقانہ شعر ہو کسی کے سامنے پڑھتے ہوے جھجپ نہین ہوتی۔ خرد بزرگ کے سامنے اور بزرگ خرد کے سامنے چاہے اور قسم کی گفتگو نہ کر سکتے ہون۔ مگر شعر پڑھنے مین تکلف نہین ہوتا۔ شعر بھی ایسے کہ اگر نثر مین اونکا مطلب ادا کیا جاے تو منہ سے کہتے نہ بنے۔ غرضکہ اوس شب کو بڑے مزے کی صحبت تھی۔

نواب ۔آپکی اداؤن نے تو مجھے ایسا فریفتہ کر لیا کہ بغیر آپکے دیکھے مجھے چین ہی نہین آسکتا۔

مین ۔یہ سب آپ کی قدر دانی ہے۔ ورنہ مین کیا اور میری حقیقت کیا۔ ایاز قدر خود بشناس ۔۔ من آنم کہ من دانم۔"

نواب ۔اوہو! آپ تو خواندہ معلوم ہوتی ہین۔

مین ۔جی ہان۔ کچھ شُد بُد پڑھا تو ہے۔

نواب ۔اور لکھنا بھی جانتی ہو۔؟

مین ۔جی ہان لکھ بھی لیتی ہون۔

نواب ۔ تو وہ غزل آپ ہی کے ہاتھ کی لکھی ہوئی ہے؟

مین ۔ مسکرا کے چپ ہو رہی۔

نواب واللہ۔ کیا پیارا خط ہے۔ اس بات سے تو بہت ہی جی خوش ہوا۔

خدمتگارون سے دل کا حال کہتے نہین بنتا۔ اب زبانِ قلم سے گفتگو ہوا کرے گی۔ ہم تو ایسا چاہتے ہی تھے۔ جہان تک ہو کسی ایسے معاملے مین غیر کی وساطت نہو۔

نہ غیرون کی وساطت ہو نہ یارون کی شمامت ہو
جو ہین آپس کی باتین رازدار اُون کے ہین ہم ہون

مین۔ یہ آپ ہی کا شعر ہے؟۔

نواب۔ جی نہین والد مرحوم نے فرمایا تھا۔

مین۔ کیا خوب فرمایا ہے۔

نواب۔ ماشاءاللہ۔ آپ کو شعر شاعری کا بھی مذاق ہے۔

اچھی صورت جو خدا دے تو یہ اوصاف بھی دے
حُسن تقریر بھی ہو خوبیِ تحریر بھی ہو

مین۔ کسکا شعر ہے۔

نواب۔ اونھین کا۔

مین۔ کیا خوب فرمایا ہے۔

نواب۔ جی ہان وہ ایسا ہی فرماتے تھے۔ مگر واللہ آپکی شان کے لائق ہے

مین۔ یہ فقط آپ کی عنایت ہے
ورنہ مین کیا مری حقیقت کیا

نواب۔ واہ! کیا صاف صاف شعر ہے!۔

مین۔ تسلیم۔ نواب۔ یہ کہیے آپ شعر بھی کہتی ہین۔

مین۔ جی نہین۔ آپ ایسے قدردانون سے کہوالیتی ہون۔

اس بات پر نواب صاحب پہلے تو اک ذرا چین بجبین ہوے۔ پھر مجھے مسکراتے ہوے دیکھ کے ہنس پڑے۔

نواب۔ خوب کہی۔ جی ہان اکثر رنڈیون کا یہ وطیرہ ہے کہ یارون سے شعر کہوا کے اپنے نام سے پڑھا کرتی ہین۔

مین۔ آپ رنڈیون کو کہیے کیا مرد ایسا نہین کرتے۔

نواب۔ واللہ سچ ہے۔ والد کے دوستون مین اکثر ایسے صاحب ہین جنھون نے

کبھی ایک مصرعہ نہین کہا اور ہر مشاعرے مین غزل پڑھنے کو مستعد۔ اکثر تو والد ہی کہدیا کرتے تھے۔ کبھی ایسا ہوتا تھا کہ میری غزل مین شعر زائد ہوئے چھانٹ دیئے۔ مین کہتا ہون اسمین لطف ہی کیا ہے۔ والد مرحوم فرمایا کرتے تھے کہ جتنے حضرت اوستاد کے بنائے ہوئے شعر دیوان سے نکال ڈالے۔ جھوٹی تعریفون سے دل کو کیا خوشی ہوتی ہوگی؟

مین۔ خدا جانے! یہ بھی ایک ہوس ہے۔ اور بڑی ہوس۔

نواب۔ اچھا تو اس غزل کا اور کوئی شعر یاد ہو تو پڑھیے۔

مین۔ فرض ہے ضبط نالہ و فریاد

جس سے ناخوش ہو تم وہ عادت کیا!

نواب۔ کیا شعر کہا ہے۔ پھر پڑھیئے۔ واللہ کیا نئی بات کہی ہے۔

مین۔ (شعر دوبارہ پڑھکے) تسلیم۔ آپ قدردانی کرتے ہین۔

نواب۔ شعر ہی اچھا ہے۔ اور کوئی شعر پڑھیے۔

مین۔ اس طرح مین میری غزل نہین۔ یہ دو شعر ابھی کہے ہین۔

نواب۔ یہ اور طرہ ہوا۔ فی البدیہ اور ایسے شعر۔ اچھا اور کسی غزل کے شعر پڑھیے۔

مین۔ اب آپ ارشاد کیجیے۔ اسلیئے مین نے سبقت کی تھی۔

نواب۔ مین پڑھے دیتا ہون مگر آپ کو غزل پڑھنا ہوگی۔

اتنے مین کمرے کا دروازہ دھڑاک سے کھلا۔ اور ایک صاحب پچاس پچپن کا برس کا سن۔ سیاہ رنگت۔ کربری داڑھی۔ ترچھی پگڑی باندھے۔ کمر بندھی ہوئی۔ کٹار لگی ہوئی کمرے کے اندر گھس آئے۔ اور آتے ہی نہایت ہی بے تکلفی سے برابر زانو دبا کے بیٹھ گئے۔ نوابصاحب نے میری طرف دیکھا۔ مین نے سر جھکا لیا۔ کاٹو تو بدن مین لہو نہین۔ کہان تو نواب سے یہ اقرار تھا کہ بالکل تخلیہ ہوگا۔ کمرے مین کوئی نہ ہوگا۔ کس مزے کی گفتگو۔ کیسا ستھرا مذاق تھا۔ کیا راز و نیاز ہو رہا تھا۔ کہان یہ بلائے ہیب نازل ہوئی۔ سنگ آمد و سخت آمد۔

ان صاحب نے بیٹھتے ہی نواب کی طرف گھور گھور کے دیکھنا شروع کیا۔ جیسے کوئی اپنے باپ کے قاتل کو دیکھتا ہو۔ گھڑی گھڑی کٹار پر ہاتھ جاتا تھا۔ مین تو دل مین سہمی جاتی تھی۔ یا الٰہی یہ کیا آفت ناگہانی ہے۔ دیکھیے کیا ہوتا ہے۔ نواب اپنی طرف

کھنچے ہوئے بیٹھے ہین۔ تیوریان چڑھی ہوئی ہین۔
ہائے کیا مزے کی صحبت تھی۔ اس کمبخت نے کیسا مزے مین خلل ڈالا۔ نواب ابھی غزل پڑھنے کو تھے اوسکے بعد مین کچھ کہتی۔ نواب تعریفین کرتے کیا دل خوش ہوتا۔ آج ہی تو ایک ایسا قدردان ملا تھا۔ جسے مدتون سے میرا دل ڈھونڈھتا تھا۔ اور آج ہی اس آفت کا سامنا ہوا۔ خدا اس مُوے کو جلدی یہان سے اٹھائے۔
یہ خیالات میرے دل مین تھے اور وہ خونخوار صورت آنکھون کے سامنے تھی جسکی طرف دیکھنے سے میرا دل لرزا جاتا تھا۔ یہ تو میری جان کو گویا دلاور خان ہوگیا۔ بار بار یہ اندیشہ ہوتا تھا کہ یہ کٹار جو اسکی کمر مین ہے یا میرے کلیجے کے پار ہوگئی یا خدانخواستہ نواب کو کچھ گزند پہونچائے گی۔ دل ہی دل مین کوستی تھی۔ خدا غارت کرے مُوا کہان سے اسوقت آگیا۔
آخر مجھے اور تو کچھ نہ بن پڑا بوا حسینی کو آواز دی۔ اونھون نے آکے جو یہ ماجرا دیکھا سمجھ گئین۔ بوا حسینی کی باتون سے معلوم ہوا کہ وہ ان صاحب کو کچھ چاہتی بھی تھین۔
بوا حسینی۔ خانصاحب مجھے کچھ آپ سے عرض کرنا ہے ادھر تشریف لائیے۔
خانصاحب۔ جو کچھ کہنا ہے وہین سے کہو۔ ہم لوگ کہین بیٹھکے اوٹھتے نہین۔
بوا حسینی۔ تو خانصاحب کوئی زبردستی ہے۔
خانصاحب۔ اسمین زبردستی کیا۔ رنڈی کے مکان پر کسی . . . . کا اجارہ نہین۔ اور اگر زبردستی ہے تو زبردستی ہی سہی۔ ہم تو نہین اوٹھنے کے۔ دیکھین تو ہمین کون . . . . اوٹھا دیتا ہے۔
بوا حسینی۔ اجارہ کیون نہین۔ جو لڑخرچے گا رنڈی اوسی کی ہے۔ پھر اور کوئی اوسوقت نہین آسکتا۔
خانصاحب۔ تو کیا زر خرچ کرنے کو ہم نابر ہین۔
بوا حسینی۔ اچھا اسوقت اسکا کوئی موقع نہین۔ اور کسی وقت تشریف لائیے گا۔
خانصاحب۔ عورت کچھ دا ہی ہوئی ہے۔ کہدیا ہم نہین اوٹھین گے۔
مین نے دیکھا کہ نواب کا چہرہ مارے غصے کے سُرخ ہوگیا۔ مگر ابھی تک چُپکے بیٹھے ہین۔ کچھ منہ سے نہین بولتے۔

بوا حسینی۔ بیٹی اچھا تو ادھر اوٹھ کے چلی آ۔ نواب صاحب آپ کے آرام کا وقت ہے۔ کوٹھے پر تشریف لیجایئے۔

مین نے اوٹھنے کا ارادہ کیا۔ اوس نگوڑے مارے نے زور سے میرا ہاتھ پکڑ لیا۔ اب کیا کرون ؟

نواب۔ خانصاحب رنڈی کا ہاتھ چھوڑ دیجیے اسی مین خیریت ہے۔ آپ بہت کچھ زیادتیان کر چکے ہین۔ مین خاموش بیٹھا رہا۔ صرف اس خیال سے کہ رنڈی کے مکان پر تہتک کرنا اچھا نہین۔ مگر اب ۔۔۔۔۔۔

خانصاحب۔ مگر اب تم کیا کر سکتے ہو۔ دیکھین تو کون ۔۔۔۔ رنڈی کا ہاتھ چھڑوا لیتا ہے۔

مین (زور سے ہاتھ جھٹک کے) اچھا تو ہاتھ چھوڑ دیجیے۔ مین کہین جاتی نہین۔ (واقعی مین نواب کو چھوڑ کے ہرگز نہ جاتی)۔

خانصاحب نے ہاتھ چھوڑ دیا۔

نواب۔ مین کہے جاتا ہون کہ ذرا زبان سنبھال کے گفتگو کیجیے معلوم ہوتا ہے آپ نے شریفون کی صحبت نہین اٹھائی۔

خانصاحب۔ خیر تم نے تو شریفون کی صحبت اٹھائی ہے جو کچھ ہو سکے کر لو۔

نواب۔ یہ تو معلوم ہوا کہ آپ لڑنے پر آمادہ ہین۔ مگر رنڈی کا مکان کوئی اکھاڑا نہین ہے۔ نہ میدان۔ بہتر ہے کہ اسکو اور کسی وقت پر موقوف رکھیے اور آپ تشریف لیجایئے۔ نہین تو۔۔۔۔۔

خانصاحب۔ نہین تو تم مجھے گھول کے پی جاؤگے۔ تشریف لیجایئے کی خوب کہی۔ تمھین کیون نہین چلے جاتے۔

نواب۔ خانصاحب۔ جناب ایٹر کی قسم مین بہت طرح دیتا ہون۔ اسلیے کہ مجھے کسی قدر اپنی عزت کا خیال ہے۔ والدین۔ عزیز۔ دوست احباب جو مجھے کا نام رکھے گا۔ ورنہ آپ کو ابھی ان گستاخیون کا مزا چکھا دیتا۔ پھر مین آپ سے کہتا ہون کہ بے فائدہ حجت نہ کیجیے۔ تشریف لیجایئے۔

خانصاحب۔ رنڈی کے گھر پر تو آتے ہو۔ اور امان جان سے ڈرتے ہو۔

گستاخیان کیسی - مین کوئی تمھارے باپ کا نوکر ہون - تم اپنے گھر کے رئیس زادے ہو تو ہوا کرو - رنڈی کے مکان پر تم بھی بیٹھے ہو - ہم بھی بیٹھے ہین - جب ہماراجی چاہے گا جائینگے - تم خود بیکار حجت کرتے ہو - کسی کو اُٹھا دیتے دیکھا نہین -

نواب - اوٹھا دینا تو کوئی مشکل نہین - خدمتگارون کو آواز دیتا ہون تو آپ کی گردن مین ہاتھ دے کے ابھی نکال دیتے ہین -

خانصاحب - خدمتگارون کے بل پر نہ بھولنا - یہ کٹار بھی دیکھا ہے ؟

نواب - ایسے بہت سے کٹار دیکھے ہین - جو وقت پر کام آئے وہ کٹار ہے - آپکی کٹار میان سے نکلتی رہیگی - یہان تو ابھی آپ کی گردن ناپ دیجائیگی - پھر دیکھا جائے گا -

خانصاحب - ے اب تمھین گھر کو جاؤ - اماّن جان یاد کرتی ہونگی -

مین دیکھ رہی تھی کہ نواب کا چہرہ بالکل متغیر ہو گیا ہے - مارے غصّے کے تھر تھر کانپ رہے ہین - مگر واہ ری شرافت اوس پاجی نے کس قدر سخت سُست کہا مگر یہ آپ ہی آپ کر کے بات کر رہے ہین - اِس سے مجھے پہلے تو یہ خیال ہوا کہ نواب ڈر گئے - مگر یہ خیال میرا غلط نکلا - واقعی نواب کو اپنی عزت کا خیال تھا - اسی لیئے طرح دے رہے تھے - چاہتے تھے کہ حتی الامکان سہولت سے رفع دفع ہو جائے مگر اوس پاجی کی بدزبانی بڑھتی جاتی تھی جس قدر نواب طرح دیتے تھے وہ اور شیر ہوتا جاتا تھا - آخر نواب نے کہا -

نواب - اچھا اوٹھئے خانصاحب ہم آپ دونون یہان سے چلے چلین عیش باغ مین چل کے ہمارے آپکے دو دو ہاتھ ہو جائین -

خانصاحب - (قہقہہ مار کے) صاحبزادے ابھی تم خود مُنہ چوُمنے کے لائق ہو - اور مردون سے خانہ جنگی کرنے کا حوصلہ - کہین کوئی چرکا کھا جاؤگے تو اماّن جان روتی پھرینگی -

نواب - مردود اب تیری بدزبانیان حد کو پہونچ گئی ہین - دیکھ اب تجھے تیری گستاخی کی سزا دیتا ہون -

یہ کہتے ہی کہتے نواب نے دولائی کے اندر سے ہاتھ نکالا - ہاتھ مین تنچہ تھا

دن سے داغ دیا۔ خانصاحب دھم سے گر پڑے۔ مین سن سے ہو گئی۔ فرش پر خون ہی خون نظر آتا تھا۔ بوا حسینی جہان کھڑی تھین۔ کھڑی رہگئین۔ تنپچے کی آواز سنکے خانم صاحب۔ مرزا صاحب۔ میر صاحب۔ خورشید جان۔ امیر جان۔ بسم اللہ جان۔ خدمتگار۔ مہریان۔ غرض سب دوڑے آئے۔ میرے کمرے مین بھیڑ ہو گئی۔ سب اپنی اپنی کہنے لگے۔ اتنے مین۔

شمشیر خان (ایک ادھیڑ سا آدمی نوابصاحب کا ملازم) نے لپک کے نواب کے ہاتھ سے تنپچہ لے لیا۔ اور کہا۔ لے اب حضور گھر تشریف لیجائین۔ مین سمجھ لونگا۔

نواب۔ مین نہین جاتا۔ اب جو کچھ ہوا ہوا۔ اور جو کچھ ہونا ہوگا ہو جائے گا۔

شمشیر خان۔ (کمر سے چھری نکال کے) جناب امیر علیہ السلام کی قسم۔ ابھی اپنے کلیجے مین مار لونگا۔ نہین تو برائے خدا آپ چلے جائیے۔ آپ کا یہان ٹھہرنا اچھا نہین ہے۔

اتنے مین لوگون نے دیکھا۔ خانصاحب کے گولی کہان لگی۔ معلوم ہوا کہ جان کی خیریت ہے۔ بازو مین گولی لگی تھی اور پار ہو گئی۔

شمشیر خان۔ مین عرض کرتا ہون کہ حضور تشریف لیجائین۔ اس مردود کا ہوا ہی کیا ہے۔ آپ کیون بدنام ہوتے ہین۔

بارے نوابصاحب بھی کچھ سمجھ کے اوٹھے۔ ایک آدمی ہمارے یہان سے ساتھ کیا گیا۔ گھر تشریف لے گئے۔ خانم نے اوسی وقت مرزا علی رضا بیگ کو بلوا بھیجا کہ وہ چوک ہی مین تھے۔ فوراً چلے آئے۔ خانم نے علحدہ لیجا کر نہین معلوم کیا کان مین پھونکا۔ وہان سے آئے تو یہ کہتے ہوے آئے

مرزا۔ ہوگا۔ پھینک دو مردود کو کمرے کے نیچے۔ سمجھ لیا جائے گا۔

خیر۔ خانصاحب کو کمرے کے نیچے تو نہین پھینکا۔ بازو پر پٹی باندھی۔ ڈولی بلوائی گئی خانصاحب کو بھی کسی قدر ہوش آ گیا تھا۔ مکان کا پتہ پوچھا۔ معلوم ہوا۔ مرغ خانے مین رہتے ہین۔ ڈولی پر بٹھا کے ان کے گھر بھجوا دیا۔ کہارون کو سمجھا دیا تھا۔ مکان کے قریب کہین پر اوتار کے چلے آنا۔ چنانچہ ایسا ہی ہوا۔

سلطان صاحب کئی دن تک نہین آئے نہ اونکا آدمی آیا۔ مجھے اون سے محبت سی ہوگئی تھی یقین تھا کہ وہ اب نہ آئینگے۔ اور واقعی ایسا تھا بھی۔ وضعدار آدمی تھے پہلے ہی جب وہ آئے تھے آدمی کی زبانی پیشتر بہت تاکید نکلنے کے لیے کردی تھی۔ بوا حسینی نے اقرار کرلیا تھا کہ کوئی نہ آنے پائے گا۔ مگر اتنی چوک ہوگئی کہ دروازے پر کسی کو بٹھا نہ دیا۔ خانصاحب از غیبی ڈھیلا۔ خدا جانے کہان سے آن پڑے۔ سارا کھیل بگڑ گیا۔ اتفاق سے پانچ چار دن کے بعد میرا ایک برات مین مجرا آگیا تھا۔ وہان نواب سلطان صاحب بھی تشریف رکھتے تھے میرا پہلا مجرا نو بجے رات کو شروع ہوا تھا۔ محفل مین بات کرنا کیسا اشارے کنائے کا بھی موقع نہ تھا۔ ایک لڑکا گوراگورا کوئی نو دس برس کا سن۔ بھاری کپڑے پہنے سلطان صاحب کے پاس بیٹھا تھا۔ کسی ضرورت سے اوٹھا۔ میرا مجرا ہوچکا تھا۔ علٰحدہ کمرے مین پشواز اوتار رہی تھی مین نے اوسے اشارے سے بلا لیا۔ پاس بٹھایا۔ ایک پان لگا کے دیا۔ پوچھا۔

مین۔ سلطان صاحب کو جانتے ہو۔

لڑکا۔ کون سلطان صاحب ؟

مین۔ وہ جو دولھا کے برابر تمھارے پاس بیٹھے تھے۔

لڑکا۔ (تیوری چڑھاکے) واہ! وہ تو ہمارے بڑے بھائی ہین۔ اونھین ذرا سلطان صاحب نہ کہنا۔

مین۔ اچھا تو ہم تمھین کچھ دین اونھین دیدوگے ؟

لڑکا۔ نہین وہ ہمپر خفا ہونگے

مین۔ خفا نہین ہونگے۔

لڑکا۔ اور دوگی کیا۔ پان ؟

مین۔ پان نہین پان تو اونکے خاصدان مین ہونگے۔ اے لو یہ کاغذ دیدینا۔ ایک پرچہ کاغذ کا کمرے مین فرش پر پڑا تھا۔ مین نے اوسپر کوئلے سے یہ شعر لکھدیا۔

مدتون سے ہم ہین محروم عتاب
بزم مین آج اونکو چھیڑا چاہیے

اور سمجھا دیا کہ یہ کاغذ اونکی آنکھ بچا کے سامنے رکھدینا اونکو معلوم بھی نہوگا۔ لڑکے نے ایسا ہی کیا۔ مین کمرے کے پٹ کی آڑ سے جھانک رہی تھی۔ سلطان صاحب نے وہ کاغذ اٹھایا پڑھا۔ پہلے تو چہرے پر کچھ فکر کے آثار ظاہر ہوے۔ پھر تھوڑی دیر تک غور سے پرچے کو دیکھتے رہے۔ اوسکے بعد مسکرا کے جیب مین رکھ لیا شمشیر خان کو اشارے سے بلایا۔ اوسکے کان مین کچھ چپکے سے کہا۔ کوئی گھنٹے بھر کے بعد شمشیر خان ہمارے کمرے مین آیا۔

شمشیر خان۔ نواب صاحب نے کہا ہے اوس پرچے کا جواب ہم گھر پر جا کے لکھ بھیجینگے۔ دوسرا مجرا صبح کو ہوا تھا اوسوقت سلطان صاحب محفل مین نہ تھے۔ اونکے بغیر محفل مجھے سونی معلوم ہوتی تھی۔ گانے مین دل نہ لگتا تھا۔ آخر جون توں مجرا ختم ہوا۔ مین گھر پر آئی۔ اوسدن دن بھر شمشیر خان کا انتظار رہا۔ بارے چراغ جلنے کے بعد وہ آیا۔ نواب صاحب کا رقعہ دیا۔ مضمون یہ تھا۔

"تمھارے شعر نے اوس آگ کو جو میرے دل مین دبی ہوئی تھی کرید کر بھڑکا دیا۔ واقعی مجھے تم سے محبت ہے۔ مگر پاس وضع سے مجبور ہون۔ تمھارے مکان پر اب ہرگز نہ آؤنگا۔ میرے ایک بے تکلف دوست نواز گنج مین رہتے ہین۔ کل مین تمھین وہان بلوا بھیجون گا بشرط فرصت چلی آنا۔ یہی ایک صورت ملنے کی ہے وہ بھی نو دس بجے رات تک۔

شبِ وصال کی کوتاہیون کا شکوا کیا
یہان تو ایک نظر دیکھنے کے لالے ہین

سلطان صاحب اوس دن سے کبھی خانم کے مکان پر نہین آئے۔ ہفتے مین دو تین مرتبہ نواز گنج مین نواب بتے صاحب کے مکان پر بلوا بھیجتے تھے۔ عجب لطف کی صحبت رہتی تھی۔ کبھی شعر و سخن کا چرچا ہوا۔ کبھی نواب بتے صاحب طبلہ بجانے لگے مین گانے لگی۔ سلطان صاحب خود بھی گاتے تھے۔ تال سم سے تو کچھ ایسے واقف نہ تھے مگر اپنی غزل آپ خوب گا لیتے تھے۔ یہ شعر

کچھ اسطرح سے نظر بازیون کی مشق بڑھی + مین اونکو اور وہ میری نظر کو دیکھتے ہین

جب یاد آتا ہے اوس جلسے کی تصویر آنکھون کے سامنے پھر جاتی ہے۔ گرمیون کے دن شب مہتاب کا عالم۔ صحن باغ مین تختون کے چوکے پر سفید چاندنی کا فرش ہے گاؤ تکیے لگے ہوے۔ سامان عیش و نشاط مہیا باغ مین طرح طرح کے پھول کھلے ہوے۔ بیلے چنبیلی کی مہک سے دماغ معطر خوشبودار گلوریان۔ لبے ہوے حقے۔ نخلے کا جلسہ۔ آپس کی چہلین۔ بے تکلفی کی باتین۔ ایسے ہی جلسون مین بیٹھکر دنیا و ما فیہا کا تو ذکر کیا۔ انسان خدا کو بھی بھول جاتا ہے۔ اور اسی کی سزا ہے کہ ایسے جلسے بہت ہی جلد برہم ہو جاتے ہین۔ اور اونکا افسوس مرتے دم تک رہتا ہے بلکہ شاید مرنے کے بعد بھی۔

لذتِ معصیتِ عشق نہ پوچھ
خلد مین بھی یہ بلا یاد آئی

دائمی سلطان صاحب کو مجھسے اور مجھے اون سے محبت تھی۔ دونون کے مذاق کچھ ایسے ملتے ہوے تھے کہ اگر عمر بھر کا ساتھ ہوتا تو کبھی ملال نہوتا۔ سلطان صاحب کو شعر و سخن کا شوق تھا۔ اور مجھے بھی بچپن سے اسکی لت ہے۔ سلطان صاحب سے جیسا میرا دل ملا اور کسی سے نہین ملا۔ مجھے یقین ہے کہ وہ بھی اسی سبب سے مجھے محبت کرتے تھے۔ بات بات مین وہ شعر پڑھتے تھے۔ مین جواب دیتی تھی۔ مگر افسوس فلک تفرقہ انداز نے وہ جلسہ بہت ہی جلد برہم کر دیا۔

دل یہ کہتا ہے فرازِ ماہ و انجم دیکھکر
ہائے کیا کیا صحبتین راتون کی برہم ہو گئین

رسوا۔ اچھا وہ تو سب کچھ ہوا۔ آپ کے قدم کی برکت سے ایسے ایسے بہت سے جلسے برہم ہو گئے ہونگے۔

امراؤ۔ واہ مرزا صاحب تو کیا میرے دشمن نحس پیرے ہین۔ یہ آپ نے خوب کہی۔

رسوا۔ یہ تو مین نہین کہہ سکتا۔ مگر سلامتی سے جہان آپ تشریف لیگئین صفائی ہو گئی۔

امراؤ۔ اب جو چاہے کہیے۔ اگر ایسا جانتی کہ آپ یہ کہین گے تو اپنی روداد ہر گز نہ بیان کرتی۔ خیر اب تو قصور ہوا۔

رسوا۔ قصور کاہے کا ہی تو آپنے زندگی بھر مین ایک کام کیا جس سے آپکا نام دنیا مین رہجائے گا۔

خواہ نیکنامی کے ساتھ۔ خواہ بدنامی۔ کے ساتھ اِسکا مین تو منع نہین کرتا۔ اب اس بات کو یہین تک رہنے دیجیے۔ ذرا اوس غزل کے دو تین شعر اور یاد ہون تو پڑھ دیجیے۔

امراؤ۔ آپ بھی آدمی کو خوب بناتے ہین۔

رسوا۔ خیر۔ بگاڑتا تو نہین۔ اچھا اب شعر پڑھیے۔

امراؤ۔ اچھا۔ سُنیے۔ ایک مطلع اور دو شعر اور یاد ہین۔ مطلع۔

دردِ دل کی لذتین صرفِ شبِ غم ہوگئین
طولِ فرقت سے بہت بیتابیان کم ہوگئین

وہ جو بیٹھے سوگ مین زلفِ رسا کھولے ہوے
حسرتین میری شریکِ بزمِ ماتم ہوگئین

ہم نشین دیکھی نحوست داستانِ ہجر کی
صحبتین جمنے نہ پائی تھین کہ برہم ہوگئین

اسی زمانے مین نواب جعفر علیخان صاحب کی ملازم ہوئی۔ سن شریف کوئی ستر برس کے قریب تھا۔ مُنہ مین ایک دانت نہ تھا۔ پشت خم ہوگئی تھی۔ سر مین ایک بال سیاہ نہ تھا۔ مگر اب تک اپنے کو پیار کرنے کے لائق سمجھتی تھی۔ ہاے وہ اونکا بجلی کا انگرکھا اور گلبدن کا پاجامہ۔ لال نیفہ۔ مصالح دار ٹوپی۔ کاکلین بنے ہوئی۔ عمر بھر نہ بھولین گی۔

آپ کہینگے کہ اِس عمر اور ایسی حالت مین رنڈی نوکر رکھنا کیا ضرور تھا۔ سُنیے مرزا صاحب اوس زمانے کا فیشن یہی تھا۔ کوئی امیر رئیس ایسا بھی ہوگا جسکے پاس رنڈی نہ ہو۔ نوابصاحب کی سرکار مین جہان اور سامان شان و شوکت کے تھے۔ وہان سلامتی منانے کے لیے جلوسون مین ایک رنڈی کا بھی اہم تھا۔ پچہتر روپیہ ماہوار ملتے تھے۔ دو گھنٹے کے لیے مصاحبت کرکے چلی آتی تھی۔ اور بےتکلف سُنیے نواب بوڑھے ہوگئے تھے۔ مگر کیا مجال نو بجے کے بعد دیوانخانے مین بیٹھ سکین۔ اگر کسی دن اتفاق سے دیر

ہوگئی۔ کھلائی آکے زبردستی اوٹھا لیجاتی تھی۔ نوابصاحب کی والدہ زندہ تھین۔ اونسے
اوسی طرح ڈرتے تھے۔ جس طرح پانچ برس کا بچہ ڈرتا ہو۔ بیوی سے بھی انتہا کی
محبت تھی۔ بچپن مین شادی ہوئی تھی۔ مگر سوائے عشرۂ محرم اور شبون کے کسی
دن علحدہ سونے کا اتفاق نہ ہوا تھا۔

آپ تو ہنستے ہون گے مگر میرے دل سے پوچھیے۔ بیشک پیار کرنے کے قابل
تھے۔ اِس بڑھاپے مین جس وقت سوز پڑھتے تھے۔ دل لوٹ جاتا تھا۔

فنِ موسیقی مین اونکو کمال تھا۔ کیا مجال کوئی اونکے سامنے گا سکے۔ اچھے
اچھے گویّون کو ٹوک دیا۔ سوز خوانی مین یکتا تھے۔ سندی سوز میر علی صاحب
کے اونکو پہنچے ہوے تھے۔ اونکی ملازمت سے مجھے یہ فائدہ ہوا کہ سیکڑون سوز
یاد ہوگئے۔ دُور دُور میری شہرت ہوگئی۔

خانم کی تعزیہ داری تمام شہر کی رنڈیون سے بڑھ چڑھ کے تھی۔ امام باڑے مین
علم۔ پٹکے۔ شیشہ آلات۔ جو شے تھی۔ نادر تھی۔ عشرۂ محرم مین دس دن تک
روز مجلس ہوتی تھی۔ عاشورے کے دن سیکڑون محتاج مومنین کی فاقہ کشی
کی جاتی تھی۔ چہلم تک ہر جمعرات کو مجلس ہوتی تھی۔

میری سوز خوانی مشہور تھی۔ ایسی ترکیبین اور کسی کو کب یاد تھین۔ بڑے
بڑے سوز خوان میرے سامنے مُنہ نہ کھول سکتے تھے۔ اِسی سوز خوانی کی بدولت
نواب ملکہ کشور کے محل تک میری رسائی ہوئی۔ جہان پناہ نے خود میری نوحہ خوانی
کی تعریف کی۔ سرکار شاہی سے مجکو بہت کچھ ہر محرم مین عطا ہوتا تھا
مرثیہ خوانون مین میرا اسم تھا۔ شب کو اپنے امام باڑے مین ماتم کرکے مجھے درِ دولت
پر حاضر ہونا پڑتا تھا۔ کوئی دو بجے شب کو وہان سے آتی تھی۔

جس زمانے مین بسم اللہ کی مسّی ہوئی تھی نواب چھبن صاحب کے چچا کربلاے
معلّیٰ گئے ہوئے تھے۔ بسم اللہ کی مسّی کو کوئی چھ مہینے گذرے ہون گے کہ وہ کربلا
سے تشریف لائے۔ اونکی لڑکی کی نواب کے ساتھ منگنی ہو چکی تھی۔ اونھون نے
آنے کے ساتھ ہی شادی پر زور دیا۔ نوابصاحب بسم اللہ جان پر مرتے تھے۔ اِدھر